Afkar-e-Taza(Journal of Iqbal Chair), USKT
ISSN:
2023, Vol. 1, No. 1
Page: 15-24

مولانا غلام رسول مہؔر بطورِ اقبال شناس

(Maulana Ghulam Rasool Mehr as Iqbal Shanas)

Mohammed Shokat Ali[1] and Allah Yar Saqib[2]
Lecturer, Aspire College, Lahore[1]
Assistant Professor, Graduate College, Sahiwal[2]

Abstract:
In this article, Maulana Ghulam Rasool Mehr's knowledge of Iqbal has been highlighted. He is an important Iqbal list. He spent a lot of time in Iqbal's company. He was very impressed with Iqbal's poetic fame. He started contemplating Iqbal's art at the age of thirteen. He had the privilege of being Iqbal's companion almost continuously from 6 to 7. Even after that, he remained associated with Iqbal until his death. This article identifies scholarly and literary work with respect to confessions. He wrote critical essays on Iqbal. He did an important job of interpreting "Bang-e-Dara". Also, worth mentioning are articles written for "Anthem of the East", message of the East" and mystery of the self. Here, the services of Ghulam Rasool with reference to Iqbal are presented in a concise and comprehensive manner.

Keywords: *Allama Iqbal, contemplating, companion, associated, interpreting, Mentioning, comprehensive, Ghulam Rasool.*

مولانا غلام رسول مہؔر اقبال شناسی کے حوالے سے ایک اہم شخصیت کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ وہ اُن لوگوں میں سے ہیں جن کا اقبال سے بہت گہرا تعلق تھا۔ انھوں نے اقبال کی صحبت میں کافی وقت گزارا۔ وہ علامہ کی شاعری کو بہت پسند کرتے اور جب بھی موقع ملتا محفلوں اور مشاعروں میں شامل ہوتے رہتے۔ وہ اقبال کی شعری شہرت سے بہت متاثر تھے، سب سے پہلے جہاں وہ کلام اقبال سے زیادہ لطف اندوز ہوئے، وہ انجمن حمایت اسلام کی ادبی مجالس تھیں اور اِن ادبی مجلسوں کی وساطت سے ہی انھیں علامہ اقبال کی زیارت ہوئی۔ انھوں نے پہلے پہل انجمن حمایت اسلام کے سالانہ جلسوں میں علامہ کی مشہور نظمیں شمع و شاعر، شکوہ، وغیرہ کو براہ راست سنا۔ ۱۹۰۷ء میں غلام رسولؒ مہر کو پہلی دفعہ علامہ اقبال سے ملنے کا شرف حاصل ہوا۔ اس وقت ان کی عمر تیرہ برس کے قریب تھی۔ اس ضمن میں امجد سلیم علوی نقل کرتے ہیں:

> "مَیں حضرت علامہ اقبال کے اسم گرامی سے پہلے پہل ۱۹۰۷ء میں متعارف ہوا۔۔ اس وقت مَیں عمر کے تیرھویں مرحلے میں تھا۔"(۱)

مولانا غلام رسولؒ مہؔر اُن شخصیات میں سے ہیں جنھوں نے علامہ اقبال کے ساتھ زندگی کا ایک عرصہ گزارا اور ایسا وقت بھی درپیش رہا جس میں وہ تقریباً روزانہ علاّمہ کی صحبت سے محظوظ ہوتے رہے۔ مولانا کو اپنی زندگی میں دو شخصیات سے بہت لگاؤ تھا اور وہ اُن سے ملتے بھی رہتے تھے۔ اُن میں ایک علاّمہ اقبال اور دوسرے ابو الکلام آزؔاد تھے۔(۲) علاّمہ اقبال ایک ایسی ہمہ گیر شخصیت ہیں کہ اُن کی فکر و سوچ سے کثیر تعداد

نے استفادہ کیا اور اپنی شعوری قوتوں کی آبیاری کی۔ مولانا نے جتنا وقت علاّمہ کی صحبت میں گزارا، شاید ہی اتنا عرصہ انھوں نے کسی اور کے ساتھ صرف کیا ہو۔ انھوں نے ۱۹۲۲ء سے ۱۹۳۲ء تک تقریباً مسلسل اور اس کے بعد علامہ اقبال کی باقی زندگی کے عرصہ میں کثیر تعداد میں حضرت علامہ کی نیاز مندی اور ہم نشینی کا شرف حاصل کیا۔ وہ لکھتے ہیں:

"جس حد تک تک مجھے یاد ہے زندگی میں کسی بلند منزلت ہستی کے ساتھ اتنا وقت گزارنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ جتنا وقت علامہ مرحوم کے پاس گزارا۔ ۱۹۲۲ء کے موسم سرما میں ان کے ساتھ چودھری محمد حسین ہی کے ذریعے گہرا ربط پیدا ہوا تھا۔ ۱۹۳۲ء تک وہ دن انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں۔ جن میں صحبت سے فائدہ نہ اٹھایا ہو۔ بعد میں بھی برابر حاضر ہوتا رہا۔"(۳)

مولانا غلام رسولؐ مہرؔ، علامہ اقبال کی صحبت سے اس قدر محظوظ ہوتے تھے کہ بعض اوقات وہ کئی کئی گھنٹے اُن کے پاس رہتے۔ انھوں نے اس طویل عرصے میں علامہ کی شخصیت اور فکر و فن سے بہت اثر قبول کیا اور انھیں اقبال کے افکار و نظریات کو براہ راست سننے کا بھی موقع ملتا رہا۔ وہ علامہ کی صحبت سے مستقل فیض یاب ہونے والی شخصیات میں سے ہیں۔ انھیں اقبال کو قریب سے سننے، دیکھنے، پرکھنے اور سمجھنے کا منفرد موقع ملا۔ علامہ کو بھی مولانا مہرؔ سے عقیدت تھی وہ بھی شام کی مجلس میں نظمیں سناتے، ان کی معنویت اور پس منظر کو واضح کرتے۔ بقول مولانا غلام رسولؐ مہر:

"مغرب کے وقت سے لے کر دس گیارہ بجے تک یہ صحبت برابر قائم رہتی۔ لیکن یہ کلام سنانے کا سلسلہ اس وقت شروع ہوتا جب دوسرے لوگ رخصت ہو جاتے۔ میں نماز مغرب سے کچھ عرصہ بعد اجازت مانگتا تو" فرماتے: کہ ٹھہرو کچھ کام ہے۔ اس سے اندازہ ہو جاتا کہ کلام سنائیں گے۔"(۴)

مولانا غلام رسولؐ مہر جب بھی علامہ کی خدمت میں پیش ہوتے، وہاں سے کچھ نہ کچھ اچھے لمحات سے فیض یاب ہو کر واپس آتے۔ علامہ کی صحبت میں سیاسی باتیں ہوتیں، علامہ نظمیں اور غزلیں بھی سناتے، اس کے علاوہ فلسفیانہ اور علامہ کی اپنی زندگی کے حالات و واقعات پر بھی مکالمات و گفتگو ہوتی۔ یہ سب باتیں ان دونوں کی موجودگی میں ہوتیں جب دوسرے تشریف لے جاتے۔ اس سے علامہ اقبال اور مولانا غلام رسو لؐ مہر کے اچھے روابط کی نشان دہی ہوتی ہے۔ نیز ان دونوں شخصیات کی ملاقاتوں میں ادبی، مذہبی، سیاسی، تعلیمی اور نجی مسائل پر بھی گفت و شنید ہوا کرتی۔ ان کے گہرے تعلقات کے ضمن میں ڈاکٹر شفیق احمد لکھتے ہیں:

"مولانا مہرؔ علامہ اقبال کی جلوتوں ہی کے نہیں بلکہ ایک نیاز مند کی حیثیت سے خلوتوں کے ساتھی بھی رہے۔"(۵)

مولانا غلام رسولؐ مہرؔ کے علامہ کے ساتھ خون و نسب کا رشتہ نہ تھا، لیکن ذاتی تعلقات اپنوں سے بھی بڑھ کر تھے۔ انھوں نے علامہ کے ساتھ ایک اپنائیت کا ماحول بنا رکھا تھا۔ وہ اُن کے ساتھ دوستانہ مجلس رکھتے تھے اور مختلف موضوعات پر کھل کر مکالمانہ انداز میں گفتگو کرتے تھے۔ عبد المجید سالکؔ بھی ایک اقبال شناس شخصیت ہے۔ وہ بھی مولانا کے ساتھ مل کر علامہ کی خدمت میں پیش ہوتے رہے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

"ہم دونوں حضرت علاّمہ کے عاشق،وہ مجھ سے زیادہ اور میں ان سے زیادہ۔اب ہم دونوں اکھٹے حضرت علاّمہ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔انقلاب ۱۹۲۷ء کے اپریل میں جاری ہوا تو حضرت علامہ نے اس کی طرف اپنی شفیقانہ توجہات ہر حال میں مبذول رکھیں۔ہم دونوں نے حضرت کی صحبت سے جو کچھ حاصل کیا۔اس کا اندازہ کرنا دشوار ہے۔"(٦)

مولانا مہر نے علامہ اقبال کی سیرت سے بہت فائدہ حاصل کیا۔اسلامی فلسفہ اور شعر و ادب کی رمزیات کو سمجھنے میں بہت مدد ملی۔وہ حضرت علاّمہ کی سیرت پر کتاب لکھنا چاہتے تھے،لیکن ان کا یہ کام پایہ تکمیل تک نہ پہنچ سکا اور ان کی خواہش دل میں ہی رہ گئی۔اگر وہ بھی سیرت اقبال پر کچھ لکھ دیتے تو اقبال شناسوں کے لیے معلومات کا ایک منفرد اضافہ ہوتا کیوں کہ مولانا نے بھی اپنی زندگی کا ایک عرصہ علامہ کی قربت میں گزارا۔اس کی وضاحت ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی بھی کرتے ہیں:

"مولانا مہؔر نے علاّمہ مرحوم کو بہت قریب سے دیکھا اور ان کی طویل رفاقت اور صحبت نے ان پر علاّمہ کی نادرِ روزگار شخصیت کا گہرا نقش مرتسم کیا۔"(۷)

مولانا غلام رسولؐ مہؔر کی شخصیت ہمہ گیر پہلوؤں پر مشتمل ہے۔وہ اردو اور فارسی کے اچھے شاعر تھے۔ان کی علمیت تاریخی، عمرانی اور تہذیبی علوم میں خاص نوعیت کی تھی۔وہ صاحب نظر صحافی، مورخ، شارح، مترجم، محقق اور نقاد کے طور پر جانے جاتے ہیں۔کسی بھی ادبی شخصیت کے نمایاں اور ممتاز کارناموں پر نظر ڈالنے سے پہلے اس کی سوانح اور شخصیت کو جاننا ضروری ہوتا ہے۔تب ہی اس کی علمی و ادبی کاوشوں کو بہتر طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔مولانا غلام رسولؐ مہؔر کی سوانح پر نظر ڈالتے ہیں۔

مولانا غلام رسولؐ مہؔر اعوان خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ان کے دادا کا نام نظام دین تھا جو اپنے علاقے اور برادری میں معزّزین میں شمار ہوتے تھے۔وہ اپنی اعوان برادری کے دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر قوم کی فلاح و بہبود کے کاموں میں پیش پیش رہتے۔غلام رسولؐ مہؔر ۱۳ اپریل ۱۸۹۵ء کو پھول پور ضلع جالندھر میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد کا نام چودھری محمد علی خاں تھا۔وہ اَن پڑھ تھے، لیکن انھوں نے اپنی وفات سے قبل اپنی بیوی کو وصیّت کی جو غلام رسولؐ مہر کی تعلیم و تربیت سے متعلق تھی۔ان کی تعلیم و تربیت پر بھرپور توجہ دی جائے۔مولانا مہر کے والد کو اپنے بیٹے کی تعلیم کی کتنی فکر تھی، انھوں نے گھر کے کسی اور معاملے کے بارے میں وصیت نہیں کی بلکہ مولانا کی تعلیم کو سب معاملات پر فوقیت دی گئی۔اس ضمن میں الطاف حسین قریشی نے مولانا مہر سے ایک انٹرویو لیا جس میں انھوں نے فرمایا:

"والد صاحب کو میری تعلیم کے متعلق سب سے زیادہ دلچسپی تھی۔وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ میں اپنے بچے کو ولائیت تک تعلیم دلاؤں گا۔۔۔۔مرتے وقت انھوں نے صرف ایک وصیت یہ کی کہ خواہ کوئی صورت پیش آجائے، میرے بچے کو ضرور اعلیٰ تعلیم دلائی جائے اور جتنا بھی خرچ کرنا پڑے، بے دریغ کیا جائے۔"(۸)

مولانا غلام رسولؐ مہرؔ کی ابتدائی تعلیم کا آغاز پھول پور ضلع جالندھر کے ایک گاؤں "کھانبرا" سے ہوا۔ پرائمری درجے تک انھیں بہت محنتی اساتذہ ملے جو ان کو بارہ بارہ گھنٹے پڑھاتے تھے۔ ان اساتذہ کی محنت و ریاضت سے مولانا مہر میں تعلیم سے دل چسپی کا رجحان بڑھا اور وہ آخری عمر تک قائم رہا۔ انھوں نے میٹرک کا امتحان ۱۹۱۰ء میں مشن ہائی سکول جالندھر سے پاس کیا۔ ان دنوں وہ بورڈنگ ہاؤس میں قیام پذیر رہے۔ یہ وہی زمانہ تھا جب ان کی طبیعت میں فنکارانہ صلاحتیں اجاگر ہونا شروع ہو گئی تھیں اور وہ شعر و شاعری کی طرف بھی مائل ہونے لگے تھے۔ انھوں نے ۱۹۱۳ء میں اسلامیہ کالج لاہور سے انٹر کا امتحان پاس کیا اور ۱۹۱۵ء میں اسی کالج سے بی۔ اے کی ڈگری لینے میں کامیاب ہو گئے۔ اُن کا اپنے اساتذہ سے بہت عقیدت مندانہ رویہ تھا۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد بھی انھوں نے اپنے اساتذہ سے تعلق قائم رکھا اور اکثر اُن کی خدمت میں پیش ہو کر فیض یاب ہوتے۔ مولانا غلام رسولؐ مہرؔ اپنے اساتذہ کی صحبت کے ضمن میں لکھتے ہیں:

> "ریواز ہاسٹل کے صحن میں مناسب جگہ پر کرسی رکھ دی جاتی اور ہم چند نیاز مند ارد گرد زمین پر بیٹھ کر اُن کے ارفع خیالات سے مستفید ہوتے۔۔۔ جن کی نظر سے فکر و خیال کے اَن گنت چراغ روشن ہو جایا کرتے تھے۔ آہ! ان ہستیوں کے اٹھ جانے کے ساتھ علم و تحقیق کی دنیا بھی ویران ہوتی چلی جارہی ہے۔"(۹)

تعلیم مکمل کرنے کے بعد مولانا مہرؔ نے روزگار کے سلسلے میں تگ و دو شروع کی اور پہلے پہل حیدر آباد دکن میں شعبہ تعلیم میں ایک ذمہ دار عہدہ پر فائز ہوئے۔ حیدر آباد دکن میں انھوں نے بطور انسپکٹر مدارس کام سرانجام دیے۔ تقریباً چار سال کام کرنے کے بعد واپس پھول پور (جالندھر) آ گئے اور خلافت کمیٹی کے سیکرٹری کے طور پر فرائض انجام دیے۔ ۱۹۲۱ء میں مولانا ظفر علی خان کے مشہور روزنامہ "زمیندار" سے منسلک ہو گئے۔ انھوں نے لاہور آ کر "زمیندار" کے ایڈیٹوریل سٹاف کے طور پر کام کیا۔ وہ فروری ۱۹۲۲ء سے مارچ ۱۹۲۷ء تک روزنامہ "زمیندار" سے وابستہ رہے۔ اس دوران عبدالمجید سالکؔ بھی ان کے ساتھ کام کرتے تھے۔ کچھ ناہمواریوں کی وجہ سے مہرؔ اور سالکؔ دونوں نے روزنامہ "زمیندار" سے استعفیٰ دے دیا۔ ۱۹۲۱ء سے ۱۹۲۷ء تک بطور مدیر مولانا غلام رسولؐ مہر کا چھ سال کا تجربہ بہت کام آیا اور انھوں نے ۱۴ اپریل ۱۹۲۷ء کو روزنامہ "انقلاب" کا اجرا کیا۔ روزنامہ "انقلاب" کا نام انھوں نے علامہ اقبال کی نظم "انقلاب اے انقلاب" سے متاثر ہو کر رکھا اور اس نظم کو اپنے روزنامہ کے صفحہ اوّل میں شائع بھی کیا۔ اس اخبار کی وساطت سے مولانا مہر نے تحریک آزادی میں بھرپور حصہ لیا اور برصغیر کی مسلم صحافت میں نمایاں کام سرانجام دیا۔

بطور صحافی مولانا غلام رسولؐ مہر نے مسلم حقوق کے تحفظ کے لیے آواز بلند کی، نہرو رپورٹ کی بھرپور مخالفت کی اور جذباتی صحافت کی نسبت منطق و استدلال سے کام کیا۔ انھوں نے صحافت میں افتتاحیہ نگاری کے نئے اسلوب سے متعارف کروایا۔ انھوں نے صحافت کو ذریعہ عوام کے مسائل کو حل کرنے کی سعی کی اور اہم معلومات سے آگاہ کیا۔ انھوں نے علمی، ادبی، تاریخی۔ سیاسی، مذہبی، موضوعاتی، مسائل کے حل کے لیے بہت سے فکر انگیز اور محققانہ مقالات لکھے۔ وہ آخری دم تک ملکی، قومی اور عالم اسلام کی بقا کے لیے کالم لکھتے رہے۔ انھوں نے ۱۰ اپریل ۱۹۴۹ء تک روزنامہ "انقلاب" کو جاری رکھا اور اس کے بعد انھوں نے کسی رسالے یا اخبار کی ادارتی ذمہ داری سے کوئی سروکار نہ رکھا۔

مولانا غلام رسولؒ مہرؔ ایک سچے پاکستانی تھے۔ انھوں نے جہاں شاعری، ادب، تاریخ، عربی، انگریزی اور اسلامی علوم کا مطالعہ کیا وہیں اُن کا ایک خاصہ یہ بھی تھا کہ انھوں نے پاکستانیت کو فروغ دیا۔ وہ انگریزوں کی ملازمت سے سخت نفرت کرت تھے اور انھوں نے کبھی انگریزی ملازمت کا سوچا بھی نہیں۔ انھوں نے پاکستان کی تعبیر کے لیے علاّمہ اقبال کے ساتھ مختلف مجالس میں بھی حصہ لیا۔ جن میں عالم اسلام کے اجلاس اور دوسری گول میز کانفرنس قابل ذکر ہیں۔ انھوں نے روزنامہ "انقلاب" میں تصور پاکستان اور علاّمہ اقبال کی فکری ہم آہنگی کو نمایاں کیا ہے۔ اس ضِمن میں ڈاکٹر شفیق احمد رقم طراز ہیں:

"انھوں نے نازک سے نازک دور میں بے خوف و خطر روزنامہ "انقلاب" کے توسط سے نہ صرف علاّمہ کے تصّور پاکستان کو واضح کیا تھا بلکہ اس دور میں ہزاروں لوگوں کے دلوں اور ذہنوں میں اس تصّور کو اجاگر بھی کیا۔"(۱۰)

مولانا مہرؔ کی شخصیت کے حوالے سے بات کی جائے تو ان کے ہاں حقیقت پسندی، انکساری اور سچائی جیسے عوامل زیادہ نمایاں تھے۔ وہ دوسرے کے ساتھ معاملات میں بڑے صاف و شفاف روابط کے حامی تھے۔ وہ ساری زندگی علمی و ادبی کاموں میں مگن رہے اور اس ذوق و شوق کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے رکھا۔ آخر کار اس علم و ادب، تصور پاکستان کے حامی، مسلم اُمہ کے درد شناس اور اقبال شناس کا انتقال ۱۶ نومبر ۱۹۷۱ء کو منگل کے دن ہوا۔ انھیں مسلم ٹاؤن، لاہور کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔

مولانا غلام رسولؒ مہرؔ ایک اہم اقبال شناس ہیں۔ انھوں نے علامہ اقبال کی قربت میں بہت وقت گزارا۔ وہ علامہ کی سوانح حیات پر کتاب لکھنا چاہتے تھے، لیکن اُن کی یہ خواہش دل کی دل میں ہی رہ گئی۔ اقبال کی سوانح عمری پر تو وہ ایک مکمل تصنیف نہ لکھ سکے، لیکن انھوں نے اقبال کی زندگی اور فکر کے حوالے سے بہت سے مضامین اور مقالات لکھے۔ اس کے علاوہ اُن کا ایک اہم کام شارح اقبال کی حیثیت سے بھی جانا جاتا ہے۔ انھوں نے "بانگ درا"، "بال جبریل"، "ضرب کلیم" اور "اسرار رموز" کی شرحیں لکھیں۔ اُن کا اقبال شناسی کے حوالے سے یہ ایک منفرد نوعیت کا کام ہے۔ انھوں نے اقبال کی سوانح اور ادبی خدمات پر مضامین و مقالات لکھ کر اپنے آپ کو اقبال شناسوں کی فہرست میں شامل کر لیا ہے۔ مولانا مہر نے اقبالیات کے حوالے سے بہت سے مضامین لکھے جو مختلف رسائل وجرائد میں شائع ہوتے رہے۔ ان کے مطبوعہ مضامین "چٹان"، "انقلاب"، "اوراق" وغیرہ رسائل میں شائع ہوتے رہے۔ لیکن کچھ مضامین ایسے بھی تھے جو شائع نہ ہو سکے اور اُن تک رسائی کرنا مشکل کام تھا۔ خوش آیند بات یہ ہوئی کہ مولانا مہر کے سب سے چھوٹے بیٹے امجد سلیم علوی نے ان منتشر مضامین ومقالات کو اکٹھا کر کے "اقبالیات" کے نام سے شائع کروادیا۔ ان مضامین میں علامہ اقبال کے بارے میں سوانح معلومات، تحقیقی و تنقیدی رجحانات، احساسات اور جذبات کے نئے کرینے عیاں ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔ اقبال شناسی کے حوالے سے مولانا مہرؔ نے کچھ تصانیف اور مضامین کے ضمن میں دیباچے اور مقدمات بھی تحریر کیے جن میں اسرار خودی، سرودِ رفتہ، مکاتیبِ اقبال گرامی اور اقبال درونِ خانہ اہم ہیں۔

مولانا غلام رسولؒ مہرؔ نے علامہ اقبال کی شخصیت اور اُن کے کلام کو بڑے عمیق انداز میں پرکھا ہے۔ انھیں علاّمہ کو بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ وہ اکثر اُن کی صحبتوں میں اُٹھتے بیٹھتے، جس سے اقبال کے فکر و فلسفہ، منطق و استدلال اور تصورات و نظریات کو سمجھنے میں خوب

مدد ملی۔اقبال کی نظموں اور غزلوں کے بہت سے اشعار انھیں زبانی یاد ہو گئے۔مولانا مہر کی کلام اقبال کی شرحیں مطالعہ اقبال میں معاون کی حیثیت رکھتی ہیں۔ان شرحوں کی نمایاں خوبی یہ ہے کہ تشریح وتوضیح میں اختصار اور موزونیت سے کام لیا گیا ہے۔شرح کو زیادہ پھیلایا نہیں گیا بلکہ مفہوم میں تشنگی کی جستجو کو باقی رکھا گیا ہے۔ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا، مولانا مہرؔ کی بطورِ شارح افادیت کے ضمن میں تحریر کرتے ہیں:

"مولانا غلام رسولؒ مہرؔ مقابلتاً متوازن شرحیں لکھتے ہیں وہ طوالت کے عیب سے مبّرا ہیں۔نظموں کے بارے میں اختصار سے بعض تحقیقی باتیں بھی درج کر دیتے ہیں جو بے حد مفید ہوتی ہیں۔مثلاً اکثر نظموں کا سیاسی، سماجی، تہذیبی پس منظر بھی ضروری سمجھیں تو لکھ دیتے ہیں۔وہ کہیں فکر اقبال کو ترک کر کے اپنی بحث نہیں چھیڑتے، یہ ساری باتیں ان کی شرحوں کو دوسرے شارحین پر فوقیت عطا کرتی ہیں۔"(۱۱)

مولانا مہرؔ نے کلام اقبال کی شروح کرتے ہوئے مسائل کی توضیح بھی کی ہے اور کلام اقبال سے تاریخی حقائق کی کھوج لگانے میں مورخانہ اور تحقیقی انداز اپنایا ہے۔انھوں نے مطالب کے درست مفہوم کے لیے ماخذات اساس کا خیال رکھا ہے ۔یہی اُن کی کامیاب شرح کی بنیاد ہے۔مولانا غلام رسول مہرؔ پہلے پہل سیرت اقبال لکھنا چاہتے تھے کیوں کہ کافی عرصہ علامہ کی قربت میں بسر کیا اور وہ بہت حد تک اُن سے متاثر تھے۔جب انھوں نے کلام اقبال اور دیگر تصانیف کا مطالعہ کیا تو محسوس کیا کہ کلام اقبال کی اصل روح سے واقفیت کے لیے معاونات کا لکھنا ضروری امر ہے۔بقول مولانا غلام رسولؒ مہرؔ:

"معاون صرف اعانت و امداد کا فرض ادا کرے اس میں محض ان چیزوں کی اجمالی تشریح ہو جو پڑھنے والے پر واضح نہیں ہوتیں۔"(۱۲)

مولانا غلام رسولؒ مہرؔ نے اقبال شناسی کے حوالے سے اقبال کی شخصیت اور فکروفن پر سوانحی، تاثراتی، تحقیقی و تنقیدی مضامین و مقالات لکھ کر کیا ہے۔سوانح و تاثراتی مضامین میں "علامہ سے تعارف" ایک اہم مضمون ہے جس میں مولانا مہر اور اقبال دونوں کے ابتدائی تعلق کی وضاحت ہوتی ہے۔اس مضمون میں مولانا مہر نے اپنے اس زمانے کا ذکر کیا ہے جب علامہ کے کلام سے آشنائی ہوئی اور ۱۹۱۲ء میں مجالس میں براہ راست کلام اقبال کو سنا۔انھوں نے انجمن حمایت اسلام کے جلسوں میں نظم "شکوہ" اور شمع و شاعر وغیرہ کو سنا۔اُس وقت کی دلی کیفیات کی روداد کو بیان کیا ہے۔اس مضمون میں اقبال سے عقیدت، حلقہ احباب کے ساتھ تعلق اور اقبال کی زندگی کے آخری چند سالوں کی منظر کشی کی گئی ہے۔مولانا مہرؔ کا ایک اور تاثراتی مضمون "حضرت علاّمہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ " کے نام سے ہے۔یہاں مولانا غلام رسولؒ مہر کی علامہ کے ساتھ عقیدت مندانہ جذبات کی عکاسی ہوتی ہے۔اقبال کے اس دور کی وضاحت بھی ہوتی ہے جب انھوں نے اپنی شاعری سے شعوری کیفیات کو نمایاں کیا۔مولانا مہر، علامہ کی شخصیت اور شعری معنویت سے خوب مانوس تھے اور ان کے نزدیک دوسرے بھی اس سے اتفاق کرتے تھے۔وہ لکھتے ہیں:

"اکثر لوگ انھیں ایک عظیم شاعر کی حیثیت سے جانتے اور مانتے ہیں لیکن جن خوش نصیبوں کو ان کی صحبتِ فیض سے استفادے کا موقع ملا وہ جانتے ہیں کہ علامہ ایک عظیم شاعر تو تھے ہی لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ ایک عظیم انسان بھی تھے۔"(۱۳)

"اقبال کی شخصیت" کے مضمون میں مولانا مہر نے علامہ اقبال کے مزاج اور اُن کے ارتقائی منازل کے سفر کی نشان دہی کی ہے۔ جیسے ابتدائی دور کی شعریت میں وہ جدت پسند، حساس اور خوش طبع شاعر کے روپ میں ظاہر ہوتے ہیں اور بعد میں عظمت رفتہ کی تجدید کے ساتھ ساتھ ملتِ اسلامیہ کی ترویج کو فروغ دیتے ہیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ انھیں دور حاضر کے مبلغِ اعظم اور حکیم الامت کے القابات سے نوازا گیا۔ یہاں اقبال کی مختلف خوبیوں کے ساتھ اُن کی شعریت کی معنویت کے تاثرات کو بھی اجاگر کیا گیا ہے۔ انھوں نے اقبال کے متعلق جو کچھ بیان کیا، اس ضمن میں لکھتے ہیں:

"اقبال کی شخصیت ایسے بے کراں سمندر کی سی تھی اور ان کے متعلق بیان کردہ خصوصیات محض چند قطروں کی حیثیت رکھتی ہیں۔"(۱۴)

"اقبال روزنامچہ مہرؔ میں" میں مولانا غلام رسول مہرؔ نے علامہ اقبال کی زندگی کے چند کرینوں کو واضح کیا ہے۔ ۱۹۲۲ء سے ۱۹۳۲ء تک اقبال اور مولانا مہر میں بہت قریبی رابطہ رہا اور کئی کئی گھنٹے آپس میں مختلف امور و مسائل پر بحث و مباحثہ ہوتا۔ روزنامچہ ۱۹۲۵ء سے ۱۹۲۶ء میں لکھا گیا اور اس میں بہت سی اُن یادداشتوں کو شامل کیا گیا جو اقبال اور مولانا مہر کی آپس میں ہوا کرتی تھیں۔ ان میں زیادہ تر فلسفہ، مذہب، سیاست، عالمی مسائل اور افکار و نظریات پر گفت و شنید ہوتی تھی۔ اس روزنامچہ میں مولانا مہر نے جہاں حیات اقبال کے چند گوشوں پر نظر ڈالی ہے وہیں اقبال کے اشعار سنانے کی کیفیت، عزم سیاست، حج کی شدید خواہش اور اقبال کے عشقِ رسولؐ کے تاثرات کو بھی عیاں کیا ہے۔ "اقبال دیار مغرب میں" ایک اہم مضمون ہے جس میں اقبال کے سفر یورپ کے بارے میں تاریخی و تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ اقبال کی شخصیت پر یورپ کی تہذیب و تمدن کے اثرات، دوسری گول میز کانفرنس کے موقف کو اقبال کے تناظر میں نمایاں کیا گیا ہے اس میں خود مولانا غلام رسول مہر بھی علامہ کے ساتھ تھے۔ یہاں انڈیا سوسائٹی کے اجتماع اور کیمبرج میں ہونے والی تقریبات کے خدوخال کو بھی اقبالیات کا حصہ بنایا گیا ہے۔

مولانا غلام رسولؐ مہر نے اقبالیات کے حوالے سے بہت سے اہم مضامین لکھے۔ اُن مضامین کو "اقبالیات" کے نام سے امجد سلیم علوی نے مرتب کر کے اہم کام کیا ہے اور مولانا مہر کے منتشر مضامین کو ایک لڑی میں پرو کر رکھ دیا ہے۔ ان مضامین میں "کلام اقبال کا حقیقی مقام"، "علامہ اقبال اور افریقہ کی آزادی"، "علامہ اقبال اور مولانا آزادؔ"، "علامہ اقبال کا نظریہ حیات"، "اقبال اور تربیت عوام" قابل ذکر ہیں۔ ان مضامین میں علامہ کے آفاقی نظریات و تصورات کی عکاسی ہوتی ہے۔ اسی طرح مولانا مہرؔ نے علامہ اقبال کی ادبی کاوشوں پر بھی مضامین تفویض کیے جیسے ارمغانِ حجاز کی ایک رباعی کا معاملہ، شکوہ اقبال اور جلسہ انجمن، خضرِ راہ اور پیام مشرق پر بھی معلوماتی اور تعارفی کردار ادا کیا۔

مولانا غلام رسولؐ مہرؔ نے مختلف تصانیف کے دیباچے اور مقدمے بھی لکھے۔اس میں دیباچہ مطالبِ اسرار و رموز، مقدمہ سرودِ رفتہ، مکاتیبِ اقبال بنامِ گرمی اور اقبال درونِ خانہ قابل ذکر ہیں۔اقبال درونِ خانہ، خالد نظیر صوفی کی تصنیف ہے جس میں علامہ اقبال کے سوانح حیات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔مولانا مہرؔ نے اس تصنیف پر پیش لفظ تحریر کیا ہے۔اس میں انھوں نے سوانح لکھنے کے چند اصول کے ساتھ خالد نظیر کی اس کاوش کی تعریف بھی کی ہے۔وہ لکھتے ہیں:

"اقبال مرحوم و مغفور کے سوانح میں اب تک کتنی کتابیں مرتب ہو چکی ہیں۔اغلب ہے، ان کا خاصہ بڑا حصہ میری نظر سے نہ گزرا ہو، لیکن جس وضع و انداز کی کتاب کا ذکر میں اوپر کر چکا ہوں، ویسی تو شاید یہی کتاب مرتب ہوئی ہے جس کا مقدمہ لکھنے کا شرف مجھے حاصل ہو رہا ہے۔اس کے ہر صفحے پر مرحوم و مغفور ابتدا سے آخری دور تک کا ملّا بے ساختہ انداز میں چلتے پھرتے معلوم ہوتے ہیں۔"(۱۵)

مولانا غلام رسولؐ مہرؔ کے مضامین پر مشتمل تصنیف "اقبالیات" ایک منفرد نوعیت کی تصنیف ہے۔اس میں مولانا مہرؔ کے اقبال کے حوالے سے لکھے گئے تاثراتی و جذباتی، تحقیقی و تنقیدی، تاریخی و معلوماتی، مقدموں اور دیباچوں پر مختصر مضامین کو شامل کیا گیا ہے۔ان مضامین میں ہر جگہ علاّمہ اقبال مرحوم کی شخصیت اور ذات گرامی سے گہری ہم آہنگی کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ان مضامین میں مولانا مہرؔ نے اقبال کی اُس صورت کو پیش کیا ہے جو اُن کی چشم بینا نے دیکھی۔انھوں نے اُن حالات و واقعات کی خوب واقعہ نگاری پیش کی ہے جو انھوں نے مجالس اقبال سے محسوس کی۔"اقبالیات" میں شامل مضامین سے بعض مکاتیب فکر کی غلط فہمیوں کا ازالہ بھی ہوتا ہے اور روایات کی تردید بھی ہوتی ہے۔بقول ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی:"بحیثیت مجموعی یہ کتاب ذخیرہء اقبالیات میں ایک گراں قدر اضافہ ہے۔"(۱۶)امجد سلیم علوی نے "اقبالیات" تصنیف کو مرتب کر کے مولانا غلام رسولؐ مہرؔ کے منتشر مضامین و مقالات کو یکجا کر دیا ہے۔ان میں کچھ مضامین غیر مطبوعہ ہیں لیکن زیادہ تر وہ مضامین ہیں جو مختلف اخبار و جرائد میں چھپتے رہے۔یہ مضامین "زمیندار"، "انقلاب"، "چٹان"، "لیل و نہار"، "اقبال ریویو"، "حمایت اسلام" اور "اوراق" وغیرہ اخبار ورسائل میں شائع ہوتے رہے۔مولانا مہرؔ نے اپنے ان مضامین میں علامہ اقبال سے عقیدت، دل سوزی، اخلاص، دردمندی اور چاہت کی بہترین مثال قائم کی ہے۔بقول ڈاکٹر انور سدید:

"مہرؔ صاحب کی یہ کتاب دیدہ اور شنیدہ قسم کے واقعات پر مشتمل ہے۔لیکن کہیں بھی یہ احساس نہیں ہوتا کہ عقیدت نے غلو کی صورت اختیار کی ہے اور ممدوح کو بزورِ قلم آفاقی شخصیت بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔مولانا مہرؔ نے اقبال کو ایک انسان کی سطح سے دیکھا، جانچا اور پرکھا ہے، ہمدردی اور محبت سے ہمارے سامنے پیش کیا ہے۔"(۱۷)

مولانا غلام رسولؐ مہرؔ نے اقبالیات کے حوالے سے علمی اور گراں قدر کام کیا ہے۔انھوں نے علامہ اقبال کے قریب رہتے ہوئے اُن کی شخصیت، فکر و فن، خیالات و نظریات سے بھرپور اپنے قلب و ذہن کو منور کیا۔انھوں نے کلام اقبال کی شروح لکھ کر کلام اقبال کی اہمیت و قدر

میں اضافہ کرنے کی سعی کی ہے جس سے عام قاری بھی اقبال فہمی سے آشنا ہو سکے۔ شارحین کے حوالے سے انھوں نے "بانگِ درا"، "بالِ جبریل"، "ضربِ کلیم" اور "اسرار ورموز" کے اردو تراجم کیے۔ اس سے ان کی اقبال شناسی اور اقبال فہمی کا ثبوت واضح ہو تا دکھائی دیتا ہے کہ اُن کی اقبال سے چاہت کس قدر نمایاں تھی۔ ان کا اقبال فہمی کے حوالے سے ایک پہلو، اُن مضامین سے بھی واضح ہو تا ہے جو انھوں نے اقبال کے شب وروز کے معمولات، ان کی دل چسپیوں، مشاغلِ حیات اور سفر یورپ کے بارے میں تحریر کیے۔ ان مضامین سے اقبال کی سیرت اور سوانح حیات کے بہت سے پہلوؤں کی عکاسی ہوتی ہے۔ ان مضامین میں اُن کے اقبال سے ذاتی روابط اور روزانہ اقبال کی صحبتوں سے فیض یاب ہونے کے اثرات نمایاں ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔

مولانا مہرؔ نے تصانیف اقبال کے ضمن میں بھی تنقیدی مضامین لکھے، وہ بھی اُن کی اقبال شناسی کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ انھوں نے "سرودِ رفتہ"، "پیامِ مشرق" اور "اسرارِ خودی" وغیرہ کے لیے بھی مضامین لکھے۔ اُن کا ایک کام "سرودِ رفتہ" کے عنوان سے کلام اقبال کو مرتب کرنا ہے۔ اس میں ایسا کلام شامل کیا گیا ہے جو باقیات کلام اقبال کی صورت میں ہے۔ یہاں اُس کلام کی نشان دہی ہوتی ہے جو اخبار ورسائل میں تو چھپا لیکن علامہ کے پہلے مجموعہ بانگِ درا میں شامل نہیں کیا گیا۔ اقبال کے ذہنی اور فکری رجحانات کو سمجھنے میں اس کلام کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ بہر حال مولانا غلام رسولؒ مہرؔ کی اقبال شناسی کی خدمات انتہائی قابل قدر اور گراں قدر نوعیت کی ہیں جن کو مختصر اور جامع انداز میں پیش کر دیا گیا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ امجد سلیم علوی، مرتب، اقبالیات، مہرؔ سنز پرائیویٹ لمیٹڈ لاہور، ۱۹۸۸ء، ص۷

۲۔ غلام رسولؒ مہر، مکتوب بنام پروفیسر محمد سلیم، غیر مطبوعہ، ۱۶ دسمبر ۱۹۶۵ء

۳۔ امجد سلیم علوی، مرتب، اقبالیات، ص۲۷

۴۔ غلام رسولؒ مہر، مولانا، علاّمہ سے تعارف، مشمولہ، اقبالیات، (مرتب)، امجد سلیم علوی، ص۱۸

۵۔ شفیق احمد، ڈاکٹر، مولانا غلام رسول مہر، حیات اور کارنامے، مجلس ترقی ادب لاہور، طبع اول ۱۹۸۸ء، ص۱۲۷

۶۔ عبد المجید سالکؔ، اقبال، مشمولہ، شیرازہ، لاہور، اقبال نمبر، ۱۹۳۸ء، ص۲۵

۷۔ رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر، حمایت اسلام، لاہور، ماہنامہ، نومبر ۱۹۹۱ء، ص۲۱

۸۔ الطاف حسین قریشی کا غلام رسول مہر سے انٹر ویو، لاہور، اردو ڈائجسٹ، اگست ۱۹۶۱ء، ص۲۲

۹۔ غلام رسولؒ مہرؔ، مولانا، اسلامیہ کالج کے فرزندانِ نامور، مجلّہ فاران، اسلامیہ کالج لاہور، جنوری ۱۹۶۲ء، ص۵۶۔۵۷

۱۰۔ شفیق احمد، ڈاکٹر، غلام رسول مہر (حیات اور کارنامے)، مجلس ترقی ادب، لاہور، طبع اوّل، ۱۹۸۸ء، ص۷۸

۱۱۔ محمد زکریا، ڈاکٹر خواجہ، ماہنامہ حمایت اسلام، لاہور، نومبر ۱۹۹۱ء، ص۲۲

۱۲۔ غلام رسول مہر، مولانا، دیباچہ، مطالب بانگ درا، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، طبع ۱۹۹۴ء، ص۴

۱۳۔ غلام رسول مہر، مولانا، حضرت علاّمہ اقبالؒ، مشمولہ، اقبالیات، (مرتب)، امجد سلیم علوی، مہر سنز پرائیویٹ لمیٹڈ لاہور، ۱۹۸۸ء، ص۵۴، ۴۱

۱۴۔ ایضاً، ۴۹

۱۵۔ غلام رسولؔ مہرؔ، مولانا، پیش لفظ، مشمولہ، اقبال درونِ خانہ (جلد اول)، خالد نظیر صوفی، لاہور، اقبال اکادمی پاکستان، طبع چہارم، ۲۰۱۲ء، ص ۲۔۳

۱۶۔ رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر، سہ ماہی مجلہ، اقبال، بزم اقبال، لاہور، جنوری ۱۹۹۰ء، ص ۱۴۱

۱۷۔ انور سدید، ڈاکٹر، سہ ماہی مجلہ، اقبال، بزم اقبال، لاہور، جنوری۔اپریل ۱۹۹۰ء، ص ۱۴۰